© rasailojaraid.com

مطبوعات

رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی

مؤلف: ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب استاذ قانون جامعہ عثمانیہ: دکن
ناشر: ادارہ اسلامیات ۱۹۰- انارکلی- لاہور۔
قیمت: مجلد مع گرد پوش ۵ روپے (ضخامت ۲۸۰ صفحات)

تقسیم ہند کے بعد سے پاکستان میں تصنیف و اشاعت کتب اور لوگوں کے ذوقِ مطالعہ کا جب کچھ معیار سامنے ہے اس کے زیر اثر گنتی کی ایسی کتابیں شائع ہوتی ہیں کہ جن کے بارے میں کوئی تبصرہ نگار بزور یہ کہہ سکے کہ یہ کتاب پڑھی جانی چاہیئے۔ ڈاکٹر صاحب کی یہ تالیف انہی کتابوں کی صف میں شامل ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے بہرحال ایک اسکالر کے ذوقِ تحقیق کے جو نتائج سامنے آتے ہیں اُن میں قاری کے لئے نئی معلومات موجود ہیں اور سوچنے کے نئے راستے کھلتے ہیں۔

کتاب مجموعی طور پر مستشرقانہ انداز کی ہے اور ڈاکٹر حمید اللہ صاحب ہماری وہ واحد شخصیت ہیں جو مشرقی ہو کر پھر مستشرق قسم کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلعم کی سیاسی زندگی کو بیان کرنے کے لئے جو نقشہ مباحث آپ نے پسند کیا ہے اس میں ان پہلوؤں کو زیادہ اہمیت حاصل ہوئی ہے جن میں تاریخی تحقیقات کے ذوق کو جولانیاں دکھانے کے لئے وسیع تر میدان مل سکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب ... اگر اسلام کے سیاسی مسائل سے عملی وابستگی رکھنے والا کوئی داعیٔ اصلاح و انقلاب اسی موضوع پر قلم اٹھاتا تو اس کا راستہ دوسرا ہوتا۔ وہ سارا زور یہ واضح کرنے پر صرف کرتا کہ

۱- نبی صلعم کی دعوت کا بنیادی کلمہ محض اعتقادی انقلاب ہی کا محرک نہیں بلکہ سیاسی تغیر کا بھی محرک تھا۔

۲- نبی صلعم نے جماعتی تنظیم کے لئے کیا نقشہ وحی کی رہنمائی میں اختیار فرمایا؟

۳- مکہ میں جب مخالفانہ پروپگنڈے کا طوفان چاروں طرف سے اُبلنے لگا تو قرآن نے آنحضورؐ کو کس پالیسی پر کاربند کیا؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴۔ پھر جب مخالفت تشدد میں بدل گئی تو اس دورِ آزمائش میں کن اصولوں پر نوخیز مسلم سوسائٹی نے حالات کا مقابلہ کیا؟

۵۔ نبی صلعم نے پیشِ نظر انقلاب کے لئے اپنے رفقا کی ذہنی و اخلاقی تربیت کس طرز پر کی۔

۶۔ تحریک نبویؐ مادہ پرستی (MATERIALISM) اور قوم پرستی (NATIONALISM) سے کس درجہ پاک تھی؟

۷۔ آنحضورؐ کی سیاست کاری کن غیر متغیر بنیادی اصولوں کی پابند تھی؟

۸۔ "نفع پرستی" کے بجائے از اول تا آخر ٹھوس اخلاقی اصولوں اور قدروں پر کاربند ہونے کا کس کس طرح اہتمام کیا گیا؟

۹۔ رسول اللہؐ نے حکمرانی کے لئے جو نیا اسلامی اسلوب دنیا کے سامنے عملاً رکھا وہ واقعات کی روشنی میں اپنے امتیازات کو کیسے نمایاں کرتا ہے؟

۱۰۔ ریاستِ مدینہ کی خارجہ اور داخلہ پالیسی کو وحی کے مطابق نبی صلعم نے کس طرح عملی صورت دی؟ وغیرہ۔

لیکن ڈاکٹر صاحب اپنا ایک پختہ مزاج رکھتے ہیں اور اس کے مطابق موصوف نے پیشِ نظر موضوع پر اپنا راستہ منتخب کیا ہے، اور بہرحال اس کتاب کے ذریعے آپ نے بہت کچھ ہمیں دیا ہے جس کے لئے شکرگزار ہونا چاہیئے۔ غنیمت یہ کہ ڈاکٹر صاحب ہمارے اس تجدد پسند طبقے سے الگ ہیں جو اسلام کے متعلق کوئی ٹھوس واقفیت پیدا کئے بغیر اس کے نازک ترین موضوعات پر قلم اٹھاتا ہے اور پھر اس کے ساتھ کھیلتا ہے اور مذاق کرتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بہرحال جو کچھ لکھا ہے ایک مسلمان کی طرح لکھا ہے چاہے آپ اُن سے کتنے ہی مقامات پر اختلاف کیا کریں۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے لئے جو چھوٹا موضوع پسند کیا ہے اس کے لئے ریسرچ کرتے ہوئے جو دقتیں آپ کو محسوس ہوئی ہیں ان کو بہترین الفاظ میں بیان کیا ہے کہ "اس کی تحریر کے زمانے میں علمی نقطۂ نظر سے ایک صحرا میں ہوں جہاں کتابوں کا پانی نہ ملنے کی وجہ سے وضو کی جگہ تیمم کرنی پڑی ہے۔" ("یہ تیمم کرنی پڑی" شاید کسی سند سے درست ہو، مگر مانوس نہیں)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسول اللہ صلعم کی قبلِ نبوت اور آغازِ دورِ نبوت کی زندگی کو خاصی تفصیلی معلومات کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مدینہ کی اسلامی ریاست کے کارپرداز کی حیثیت سے شرح و بسط کے ساتھ دکھایا گیا ہے کہ آنحضور کس حکمت اور تدبر کے ساتھ بڑی بڑی پیچیدگیوں سے ایک نازک دور میں عہدہ برآ ہوئے۔ ایک طرف قریشِ مکہ تھے، دوسری طرف یہود و نصاریٰ اور تیسری طرف عرب کے مختلف قبائل، اور خطرات کی اس مثلث کے درمیان ایک نرالا نظامِ ریاست ایامِ طفولیت سے گزر رہا تھا۔ اس موقع پر نبی صلعم نے جس طرح معاہدات کئے، خبریں حاصل کرنے کے انتظامات کئے، اپنے دشمنوں کی صفوں کو توڑنے میں کامیابی حاصل کی، اور وقت آنے پر کوئی کمزوری دکھائے بغیر جنگی اقدامات کئے، ان سب مراحل کے متعلق ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب میں خاصی روشنی ڈالی ہے۔

آنحضرت کے دعوتی خطوط اور امان ناموں اور معاہدوں کے لئے کتاب کا قریباً ایک تہائی حصہ وقف کیا گیا ہے۔ ان خطوط و فرامین اور معاہدوں کی مسودات کی تاریخی اور دینی اہمیت ہے بھی بہت بڑی، اور پھر یہ ڈاکٹر صاحب کے ذوق سے خصوصی تعلق رکھنے والا میدان ہے، نیز مستشرقین نے ان کو موضوعِ بحث بنایا ہے، لہٰذا ان پر توجہ ہونا قدرتی تھا۔

علاوہ بریں ڈاکٹر صاحب کے کچھ اور مضامین بھی جو موضوع سے کسی قدر متعلق قرار دیئے جا سکتے ہیں، شاملِ کتاب ہیں۔ قرآن اور سیرتِ نبویؐ کے مطالعہ میں سہولت بہم پہنچانے کے لئے عرب اور ملحقہ ممالک کا ایک اچھا نقشہ بھی دیا گیا ہے۔ دورانِ مباحث میں بھی چھوٹے چھوٹے توضیحی نقشے موجود ہیں۔

تاریخی بحثوں میں خاص طور پر مطالعہ کئے بغیر کوئی تبصرہ نگار زیادہ مداخلت نہیں کر سکتا، پس یہاں صرف ایسی چند چیزوں کی طرف اشارے کئے جاتے ہیں جو مطالعہ کرتے ہوئے بیک نگاہ محسوس ہوئیں۔

سورۂ روم کی پیشین گوئی متعلقہ "فتح روم" اپنے پورے ہونے سے "کئی سال" قبل کی نہ تھی (ص ۲۹۸) بلکہ "چند سال" قبل کی تھی کیونکہ قرآن میں " فی بضع سنین" کے الفاظ ہیں اور لفظ "بضع" ۹ سے زیادہ کے لئے عموماً نہیں بولا جاتا۔ رومی فتح سنہ ۲ھ میں ہوئی اور یہ جنگِ بدر کی ہم وقت تھی۔ صلح حدیبیہ والی جو روایت ڈاکٹر صاحب نے سامنے رکھی ہے وہ معتبر نہیں۔ حضرت ابوبکرؓ کی شرط کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نصرہ اگر مؤلف کے نوٹس میں آیا ہوتا جس پر فقہا نے بڑی بحثیں کی ہیں تو رومی فتح کا صحیح زمانہ ان کے سامنے آجاتا۔

"نسی" کے بارے میں ڈاکٹر صاحب کی دیرینہ رائے یہ ہے کہ قمری اور کبیسہ مہینوں کو تطبیق دینے کے لئے ہر تیسرے سال کو لیپ کا سال شمار کرتے ہوئے قبیلۂ بنی فقیم کا سردار جس کا لقب قلمّس ہوا کرتا تھا حج کے موقع پر منیٰ میں ایک خاص تقریب کے ساتھ اعلان کرتا تھا کہ اب جو ذی الحج چل رہا ہے اس کے بعد کا نیا چاند محرم الحرام کا نہیں، بلکہ ایک گمنام اور محترم مہینے کا چاند ہوگا اور محرم الحرام کا چاند اس کے بعد آئے گا (۲۰۲) حالانکہ یہ رائے صحیح نہیں ہے۔ قرآن طریق "نسی" کو "زیادۃ فی الکفر" کہتا ہے، یعنی کوئی بڑی معصیت اس میں شامل تھی۔ وہ معصیت یہ تھی کہ مختلف مواقع پر عربی کیلنڈر کے انچارج اکابر کے مفاد کی رعایت سے ہے نسی کا مہینہ جہاں مناسب سمجھتے تھے لگا دیتے تھے۔ کبھی آگے کبھی پیچھے! ڈاکٹر صاحب کی تحقیق میں یہ چیز نہیں آئی۔

ص ۲۲۲ پر موسیٰ بن عمران نام کی دو شخصیتیں ہونے کا امکان (کسی قدر ضرورت کے تحت) ظاہر کیا گیا ہے، کیونکہ ڈاکٹر صاحب کا رجحان یہ ہے کہ سورۂ کہف میں موسیٰؑ کا جو طالبعلمانہ سفر مذکور ہے وہ بعض تاریخی دلائل سے موسیٰ علیہ السلام سے قبل کا ثابت کیا گیا ہے۔ لیکن اگر سورۂ کہف کے مقصدِ نزول اور خصوصاً وقت کے جن سوالات کی طرف اس میں اشارات کئے گئے ہیں ان کی روشنی میں دیکھا جائے تو واقعہ قطعی طور پر موسیٰ علیہ السلام سے متعلق ہے۔ مگر تحقیق کا یہ میدان ایک مستشرق مزاج مؤرخ کا میدان نہیں ہے۔ افسوس کہ یہاں اس مسئلے پر تفصیلی بحث کی گنجائش نہیں۔

ص ۲۳۰ پر یہودیوں میں دعوت پھیلانے کی حکمتِ نبوی پر گفتگو کرتے ہوئے قرآن کی آیت $\frac{۲}{۶۲}$ و $\frac{۵}{۶۹}$ کے حوالے سے ایک "بنیادی مذہب" کا تصور سامنے لایا گیا ہے جو اقل قلیل معتقدات پر مبنی تھا۔ پھر ص ۲۴۸ پر بنیادی مذہب کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب واضح کرتے ہیں کہ یہودیوں، عیسائیوں اور صابیوں سے مطالبہ نہ تھا کہ وہ اپنے اپنے مذہب ترک کر دیں بلکہ اپنے ہی الہامی مذاہب کی تجدید کرتے ہوئے چند بنیادی اصولوں پر عمل کریں، یعنی خدا و رسول کو ماننا۔ ڈاکٹر صاحب کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آخری الفاظ "یعنی خدا اور رسول کو ماننا" اور پھر ان پر یہ نوٹ کہ قرآن خدا اور رسول میں فرق کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور ص ۱۴۹ کا یہ نوٹ کہ "یہ ایک بے معنی چیز ہوگی کہ نبی کے بتائے ہوئے راستے پر تو چلیں لیکن خود نبی کو نہ مانیں" ڈاکٹر صاحب کی پوزیشن کو صاف کرنے والے ہیں۔ لیکن بنیادی مذہب کے متعلق مذکورہ باتیں بڑی ڈھیلی ڈھالی اور غلط فہمی پیدا کرنے والی ہیں، جیسے کہ آپ لکھتے ہیں کہ "وہ دعوت آج بھی باقی ہے کہ اپنے ہاں کے اصلی مذہب پر رجوع کرو" (۲۲۸)۔ سوال یہ ہے کہ ان کے "اپنے ہاں" سے کیا؟ تحریف شدہ کتب یا مذہبی روایات؟ کیا نبی صلعم ان کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دے رہے تھے؟ یقیناً نہیں۔ تو پھر صاف بات یوں کیوں نہ کہہ دی جائے کہ دعوت یہ تھی کہ اسلام کی طرف پلٹو جو تمہارا بھی دین تھا، لیکن تم نے اس کی حفاظت نہ کی اور اب وہ خالص اور مکمل شکل میں صرف قرآن اور نبی صلعم سے مل سکتا ہے۔ اس قسم کے مسائل میں ادھوری باتیں کہنے سے ہمیشہ فتنے پیدا ہوتے ہیں لہٰذا ٹھیک ہوئی بات کہنی چاہیے۔

ص ۳۵۳ پر دین و سیاست کو علیحدہ کرنے کی ایک نظیر قرآن سے نکال کر سامنے لائی گئی ہے اور اس تفریق کو "تقسیم کار" کے حسین لفظ سے ذکر کیا گیا ہے۔ طالوت بادشاہ نہیں مقرر کئے گئے تھے بلکہ جنگی کمانڈر تھے۔ قوم نبی سے مطالبۂ جہاد کر رہی تھی اور اس کے لئے ایک امیر جہاد مطلوب تھا۔ غلط فہمی لفظ "ملک" سے ہو رہی ہے جس کا معنی صرف بادشاہ ہی نہیں۔ اس پر ترجمان القرآن میں ایک مرتبہ اصلاحی صاحب تفصیل سے بحث کر چکے ہیں۔

ورنہ "عبادت و سیاست" میں تقسیم کار کی نوعیت کے بارے میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ طالوت نبی کے ماتحت تھے یا اس سے آزاد؟ اگر ماتحت تھے تو اصل اتھارٹی نبی ہوا اور اگر آزاد تھے تو پھر بتایا جائے کہ نبی کے ہوتے ہوئے نبی سے آزاد حاکم کیا مسلمان بھی ہو سکتا ہے؟

"مشترک حکمرانی کی اجازت" کا پورا باب کچھ "بات بنانے" کی کوشش کا مظہر ہے۔ ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام نے بطور وزیر (نائب) طلب کیا تھا اور "واشرکہ فی امری" کا یہ ترجمہ غلط ہے کہ اسے میری امیری میں شریک بنا، صحیح ترجمہ یہ ہے کہ میرے کام میں، میری مہم میں،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میری ذمے داری میں شریک کرے۔ عمان کے جن دو حکمرانوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ بھی کوئی دلیل نہیں بن سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ ان میں علاقوں کی کوئی تقسیم ہو یا ذمہ داریوں کی، اور پھر ان کے اوپر اسلامی ریاست کی طرف سے عمرو بن العاص ریذیڈنٹ تھے ہی جو ہم آہنگی (COORDINATION) کا وسیلہ تھے۔

اگر ایک اسکول کے دو ہیڈ ماسٹر یا ایک فرم کے دو منیجر اور ایک عدالت کے دو جج بیک وقت مامور ہوں، درانحالیکہ ان میں نائب و منیب کا تعلق نہ ہو تو اس سے جو فساد رونما ہوگا وہی کسی ریاست کے ایک سے زائد حاکموں کی وجہ سے رونما ہوگا۔ اغلباً شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا مدعا بھی دوسرا ہے، وہ یہ کہ اگر ایک امیر کسی پہلو سے کمزوری محسوس کرے تو وہ اس پہلو کے لئے کسی دوسرے شخص کو نائب کی حیثیت سے ساتھ لے سکتا ہے لیکن اسلامی ریاست میں جمہوریت و شورائیت اور تقسیم کار کے نظام کے باوجود اختیار کا آخری مرکز فردِ واحد ہوتا ہے۔

کتاب کے آخر میں انڈکس بھی موجود ہے۔

طبِ اسلامی

مؤلفہ: جناب حکیم محمد یحییٰ خان صاحب حاذق العصر۔

شائع کردہ: مکتبہ ارمغان۔ راولپنڈی۔

قیمت: تین روپے بلا جلد۔ مجلد تین روپے آٹھ آنے۔

یہ کتاب بھی ایک علمی اور تحقیقی کتاب ہے۔ اس کے مؤلف علمِ طب اور فنِ طب دونوں میں اپنا ایک مقام رکھتے ہیں اور موصوف نے جو کچھ لکھا ہے بڑی ذمہ دارانہ حیثیت سے لکھا ہے۔ یہ موضوع جن لوگوں کے لئے وجہ دلچسپی ہو ان کو لازماً یہ کتاب پڑھنی چاہیئے۔ اس کے پس منظر میں ایلوپیتھی اور یونانی طب کے حامیوں کی متعصبانہ بحثوں کی پیدا کردہ فضا موجود ہے لیکن حکیم یحییٰ صاحب خود کم سے کم متعصبانہ نقطۂ نظر سے بالاتر ہیں۔ انھوں نے صرف وقت کے کچھ سوالات کا جواب دیا ہے اور بہت معقول طریق سے دیا ہے۔

شروع ہی میں موصوف نے اس سوئے ظن کا ازالہ کر دیا ہے کہ اطباء "اسلامی" کے لفظ سے

© rasailojaraid.com